شعوب وقبائل کا قرآنی فلسفہ اور عصر حاضر میں اس کے ساتھ تعامل

حافظ محمد طاہر المصطفیٰ* اور محمد عمر راحیل**

خلاصہ:

قرآن مجید میں شعوب و قبائل کا مقصد انسانوں کے مابین رنگ و نسل اور قومیت میں اختلاف کی بناپر تعارف و پہچان بتایا گیا ہے۔ یہ واضح کیا گیا کہ عند اللہ تکریم صرف متقی کی ہو گی۔ اسی فلسفہ کے لیے نبی اکرم ﷺ کو "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" کا حکم ہوا۔ دور حاضر میں "لِتَعَارَفُوا" کی تفہیم میں تین مختلف جہات ہیں: (۱) انسان کے نسب کی پہچان مقصود ہوتی ہے۔ جیسے فلاں سید ہے۔ (۲) چند مخصوص خاندانی بری خصلتوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یہ پہلو تضحیک کا معنی اپنے ضمن میں لیے ہوتا ہے۔ (۳) تعارف و پہچان کا ایک غلط طریقہ یہ بھی اپنایا گیا کہ کم ظرف اور بری عادات کے مالک لوگ اپنی خفت مٹانے کے لیے اپنی نسبت ایسے خاندان سے کرتے ہیں جن کی پہچان ایک باعزت گھرانے کے طور پر ہوتی ہے۔ اسلام میں حسب و نسب کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ دور حاضر میں مؤخر الذکر دو جہتوں کی وجہ سے لوگ **اپنے حسب و نسب سے دوری اختیار کر سکتے ہیں۔ اور یہ خاندانی نظام کے ٹوٹنے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ جبکہ یورپ میں آج بھی** شیفرڈ، ٹیلرز جیسے الفاظ ان کے ناموں کے ساتھ ملتے ہیں جس کو عار محسوس نہیں کیا جاتا۔ اس مقالے میں شعوب وقبائل کے فلسفے کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

کلیدی الفاظ: شعوب، قبائل، فلسفہ، تعامل، معاشرہ

قرآن مجید میں شعوب و قبائل کا مقصد انسانوں کے مابین رنگ و نسل اور قومیت میں اختلاف کی بناپر تعارف و پہچان بتایا گیا ہے۔ یہ واضح کیا گیا کہ عند اللہ تکریم صرف متقی کی ہو گی۔ اسی فلسفہ کے لیے نبی اکرم ﷺ کو "وانذر عشیرتک الاقربین" کا حکم ہوا۔ دور حاضر میں "لتعارفوا" کی تفہیم میں تین مختلف

* لیکچرار، یونیورسٹی آف لاہور، پاکپتن کیمپس، پنجاب

** ڈائریکٹر، میزان ریسرچ انسٹیٹیوٹ ساہیوال، پنجاب

جہات ہیں۔(۱)انسان کے نسب کی پہچان مقصود ہوتی ہے۔جیسے فلاں سید ہے۔(۲)چند مخصوص خاندانی خصلتوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔یہ پہلو تضحیک کا معنی اپنے ضمن میں لیے ہوتا ہے۔(۳)تعارف و پہچان کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگ کسی شرمندگی کی خفت مٹانے کے لیے اپنی نسبت ایسے خاندان سے کرتے ہیں جن کی پہچان ایک باعزت گھرانے کے طور پر ہوتی ہے۔(۴)یہ خاندانی قربتیں ممنوعات کے ارتکاب میں مددگار بھی ثابت ہوسکتی ہے۔دور حاضر میں دوسری اور تیسری جہتوں کی وجہ سے لوگ اپنے حسب و نسب سے دوری اختیار کرسکتے ہیں۔اور یہ خاندانی نظام کے ٹوٹنے کا سبب بھی بن سکتا ہے اور چوتھی جہت سے معاشرہ میں عدم انصاف کی فضا پھیلنے کا خدشہ ہے۔

زمانہ قدیم میں انسانی قبائل میں اختلافِ احوال کی وجہ سے ذریعہ معاش بھی مختلف ہے۔ایک گروہ اپنے معاش کے لیے ایک کام سرانجام دیتا تو دوسرا کوئی اور کام سرانجام دیتا تھا۔انسان اپنی تمام ضروریات کا کفیل خود بھی نہیں ہوسکتا تھا۔اس لیے ایک گروہ اپنی تیار کردہ اشیاء کو دوسرے گروہ کی اشیاء کے ساتھ تبدیل کرکے گزر بسر کرلیتے تھے۔اس بنا پر مختلف قبائل اپنے مخصوص پیشوں کے ساتھ مشہور ہوگئے۔اور مثلاً لکڑی کا کام کرنے والے بڑھئی، لوہے کا کام کرنے والے لوہار، چمڑے کا کام کرنے والے موچی، کپڑے سلائی کرنے والے درزی، بکریاں چرانے والے چرواہے وغیرہ، مختلف قبائل کی یہ پہچان ان کے ذریعہ معاش کی وجہ سے تھی۔انسانوں میں جمیعت کا جذبہ وطن اور رنگ کی بنیاد پر بھی رہا ہے۔جیسے براعظم یورپ میں رہنے والے یورپی اقوام، ایشاء میں رہنے والے ایشیائی لوگ کہلاتے ہیں ہیں، اسی طرح مختلف اوطان کے افراد کی جمیعتیں بھی پائی جاتی ہیں۔جیسے جاپانی قوم، چینی قوم، وغیرہ، انسانوں کی یہ قبیل داری ان کو جہاں پہچان بخشتی تھی وہاں یہ باہمی رواداری، حمیت ،مشکل حالات سے نبرد آزمائی میں معاونت اور صلہ رحمی کا کام بھی دیتی تھی۔علامہ ابن خلدون کے نزدیک یہ نسبی قرابت جتنی زیادہ ہوگی صلہ رحمی کا جذبہ اتنا ہی زیادہ شدید ہوگا۔اگر قرابت نزدیک کی ہو اور دونوں کا خون بھی ایک ہی ہو تو شفقت و خیر اندیشی بھی زیادہ ہوتی ہے اور عزیز کی مصیبت کی خبر پاتے ہی آدمی پھڑک اٹھتا ہے۔ اگر قرابت دور کی ہو اور تعلقات واقعی فراموش ہوکر محض اتحاد نسب کی شہرت باقی رہ گئی ہے تو اس حالت میں بھی ہر شخص اپنے ایسے اقرباء کی حمایت پر آمادہ ہوجاتا ہے۔اگرچہ اس حالت میں وہ رنج و ملال نہیں ہوتا جو ایک قریبی عزیز کی تکلیف سے ہوتا ہے۔[1]

---

[1]: ابن خلدون، عبدالرحمٰن ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۸، جلد اول، ص: ۲۳۴

اسلام ان تمام تفریقات کے مقابلہ میں امت مسلمہ کو ایک ایسی اجتماعیت عطا کرتا ہے جس کی بنیاد رنگ ونسل یا علاقہ پر نہیں ہے بلکہ ایسے " کلمہ سواء" پر ہے جو رافت رحمت اور امن کا ضامن ہے۔ اللہ تعالی نے بھی انسان کی ذریت ونسل کا تعارف کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا: يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ[1] اے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنادیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے بیشک اللہ تعالیٰ علیم (اور) خبیر ہے۔

اس آیت میں درج ذیل پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے۔

١: انسان کی تخلیق ایک مرد اور ایک عورت سے ہوئی۔

٢: شعوب وقبائل کا بننا فطری امر ہے۔

٣: شعوب وقبائل کا مقصد وحید تعارف ہے۔

تخلیق انسان میں یکسانیت کے حوالہ سے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

فرمایا اے لوگو! تم ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہو، تمہاری نسل کا سلسلہ اس ایک اصل سے جا کر ملتا ہے۔ تمہارا خالق بھی ایک ہے۔ تمہارا مادہ تخلیق بھی یکساں ہے۔ تمہاری پیدائش کا طریقہ بھی ایک جیسا ہے۔ اتنی بڑی یکسانیتوں کے باوجود تمہارا ایک دوسرے پر برتری کا دعویٰ سراسر کم فہمی اور نادانی ہے۔[2]

شعوب وقبائل سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کے ہاں مختلف اقوال ہیں: علامہ بغوی لکھتے ہیں: شعوب شعب کی جمع ہے۔ یہ قبائل کی اصل کو کہتے ہیں۔ جیسے ربیعہ، مضر، اوس، خزرج وغیرہ، اور ان کو شعوب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بکھرتے ہیں۔ جیسے درخت کی شاخوں کے جھنڈ کو "شعب اغصان الشجر" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی بکھرتی ہیں، شعب کا لفظ متضاد معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے شَعَبَ: جمع کرنا، شعب: فرق ڈالنا۔ ایک شعب میں کئی قبائل ہوتے ہیں۔ جیسے قبیلہ بنو بکر یہ ربیعہ کا حصہ ہے۔ اور بنو تمیم قبیلہ مضر سے ہیں۔[3]

---

[1]: الاحزاب، ١٣،٤٩

[2]: الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جلد : ٤، ص:٦٠٠

[3]: بغوی، حسین بن محمود، ابو محمد، معالم التنزیل، ریاض: دار العلمیہ للنشر والتوزیع، ١٤١٢، جلد:٢٦، ص: ٧ ٣٤ ٥

ایک قول یہ بھی ہے کہ شعوب سے مراد عجم لوگ ہیں اور قبائل سے مراد عرب لوگ ہیں اور اسباط بنی اسرائیل میں ہوتے ہیں[1] ابوورق کا یہ قول ہے کہ :الشعوب الذین لایعتزون الی احد،بل ینتسبون الی المدائن والقرٰی،والقبائل العرب الذین ینتسبون الی آبائھم[2]

شعوب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی کی طرف بھی منسوب نہیں ہوتے ،بلکہ وہ شہروں اور بستیوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور قبائل سے مراد وہ عرب ہیں جو اپنے آباء واجدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

علامہ قرطبیؒ نے شعوب و قبائل پر متعدد اقوال جمع کیے ہیں ان کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے:

۱:جوہری کہتے ہیں:الشِعب: ماتشعب من قبائل العرب والعجم، والجمع الشعوب والشعوبیه: فرقة لاتفضل العرب علی العجم، واماالذی فی الحدیث: ان رجلا من الشعوب اسلم ، فانه یعنی من العجم ،والشعب القبیلة العظیمه،وھو ابو القبائل الذی ینسبون الیه ، ای: یجمعھم ویضمھم

۲: وقیل ان الشعوب بطون العجم ، والقبائل بطون العرب،

۳:قال ابن عباس فی روایة:ان الشعوب الموالی،والقبائل العرب

۴:قال القشیری: وعلی ھذا؛ فالشعوب من لایعرف لھم اصل ،ولا نسب؛ کالھند، والجیش والترک، والقبائل من العرب

۵:الماوردی: یحتمل ان الشعوب ھم المضافون الی النواحی والشعاب، والقبائل ھم المشترکون فی الانساب[3]

امام رازی احکام القرآن میں لکھتے ہیں: مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ شعوب سے دور کی رشتہ داریاں مراد ہیں اور قبائل سے قریب کی رشتہ داریاں اس لئے کہا جاتا ہے "بنو فلاں وفلاں "(فلاں فلاں قبیلے)[4] مندرجہ بالا تمام تعبیرات سے شعوب و قبائل کے درج ذیل معانی سامنے آتے ہیں۔

---

[1]: ایضا،ص: ۳۴۸

[2]: ایضا

[3]: قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن،بیروت مؤسسه الرساله، ۲۰۰۶،جلد:۱۸ص؛۴۱۵-۴۱۶

[4]: جصاص، ابواحمد بن علی رازی، احکام القرآن،مصر، دار احیاء الکتب العربیه ، ۱۴۱۲ھ،جلد: ۴،ص:

شعوب:

کسی بھی قبیلہ کی اصل، غیر عرب،افراد کا ایسا اجتماع جس میں اتحاد شہروں اور بستیوں کی بنا پر ہو.ایسی جگہ جہاں سے عربوں اور عجموں میں جدائی پیدا ہوتی ہو،ایسا فرقہ جو عربوں کو عجمیوں پر فضیلت نہ دیتا ہوں، موالی، دور کی رشتہ داریوں کو شعب کہ جاتا ہے۔

قبائل:

کسی شعب کا ذیلی جز،صاحب نسب عرب،وہ لوگ جو نسب میں مشترک ہوں۔

راقم کے نزدیک اگر ان تمام تعبیرات کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ افراد کا باہمی تعلق دو بنیادوں پر ہوتا ہے:

وطن اور قوم کی بنیاد پر: اس بنیاد پر بننے والے اجتماع کو شعوب کہا جاتا ہے۔ چینی،لبنانی،امریکی، برطانوی، اسرائیلی وغیرہ

نسب کی بنیاد پر: اس بنیاد پر بننے والے تعلق کو قبیلہ کہا جاتا ہے۔ جیسے مغل،پٹھان آرائیں،گجر،وغیرہ

ابو عبید نے لکھا ہے کہ شعب یہ قبیلہ سے بڑا ہوتا ہے قبیلہ کے بعد فصیلہ،فصیلہ کے بعد عمارہ،عمارہ کے بعد بطن اور بطن کے بعد فخذ ہوتا ہے۔[1]

اس بنا پر دور حاضر میں ہر قبیلہ کے ماتحت فصیلہ جات ہیں جن کو پنجاب کی روایتی اصطلاح میں گوت کہا جاتا ہے۔ جیسے پنجاب میں آرائیں برادری کے ماتحت درج ذیل گوتیں ہیں: مہر،چوہدری،وغیرہ

مغل: مرزا،بیگ،لوہار،چغتائی وغیرہ

وٹو: مانیکا،بادیکا،ملّیکا،کا لیکا،مویکا،تیجیکا وغیرہ

جٹ: سندھو،وڑائچ،گھمن وغیرہ

رانا: راؤ،رامے،رائے وغیرہ

ان شعوب و قبائل کا بننا ایک فطری عمل ہے۔اس کے بنیادی اسباب ذریعہ معاش، وطن، رنگ اور نسل میں اختلاف ہیں۔اگر قرآن مجید کے انداز کلام پر غور کیا جائے تو بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ باری تعالی نے اس آیت میں جو افعال استعمال کیے لیں ان میں صیغہ جمع متکلم کا ہے ہے جو کی اس بات پر شاہد ہے کہ

[1]: قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن،بیروت مؤسسہ الرسالہ، ۲۰۰۶، جلد: ۱۸، ص:۴۱۶

رنگ ونسل، ذریعہ معاش میں اختلاف پر جو شعوب وقبائل بنائے گئے ہیں ان میں بھی حقیقی فاعل اللہ تعالی کی ذات ہی ہے جس نے ایسے اسباب مہیا کیے۔ اس لیے سبب الاسباب کے مقصد کو اولین ترجیح دی جائے گی۔ اس کے متعلق ارشاد ہے "لتعارفوا" یعنی پہچان کے لیے یہ شعوب وقبائل بنائے گئے ہیں۔

ابو حیان اندلسی نے "تعارفوا" کی دو قرائتیں بیان کی ہیں، ان کے نزدیک "تعارفوا" کو "تعرفوا" بھی پڑھا گیا ہے۔ اگر اسے "تعارفوا" پڑھا جائے تو پھر اس پر داخل لام، لام "کی" ہوگا، اور اگر اس کو عرّف فعل سے پڑھا جائے تو پھر یہ" تعرفو" ہوگا۔ اور اس پر داخل لام، لام امر ہوگا۔ بصورت اول معنی یہ ہوگا کہ ہم نے شعوب وقبائل بنائے تاکہ تمہاری پہچان ہو سکے۔ اور بصورت دوم معنی یہ گا کہ تمہارے شعوب و قبائل اس لیے بنائے گئے تاکہ تم ضرور بالضرور جانو کہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو متقی ہے۔[1]

یہ تو شعوب وقبائل کا قرآنی فلسفہ ہے جس میں یہ واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ اس رنگ ونسل کے فرق سے کسی کو بھی کسی پر کسی طرح کی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ مولانا محمد حنیف ندوی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

"اس آیت میں اس حقیقت کبری کا اظہار فرمایا ہے کہ معیار فضیلت جنسیت نہیں ہے۔ مرد ہونا نہیں ہے۔ اور نہ عورت ہونا۔ نہ کنبہ اور قبیلہ کا اختصاص ہے۔ اور یہ اس نوع کے سارے امتیازات محض تعارف کے لئے ہیں۔ معیار فضیلت یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں تقویٰ اور پرہیزگاری کے جذبات موجزن ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تمام تقربات جو انسانوں نے فضیلت اور برتری کے اظہار کے لئے وضع کر رکھے ہیں بے معنی ہیں۔ وہ دولت کو بزرگی کا معیار قرار نہیں دیتا۔ بتوں اور رفاہیئت کو وجہ اعزاز نہیں سمجھتا۔ اس کے نزدیک عبادت اور فخر کے لئے تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ بڑی بڑی تعلیمی ڈگریوں کی، کالے اور گورے کی تمیز بھی مہمل ہے۔ اس کے نزدیک وہ معزز اور محترم ہے۔ جس کا دماغ خشئیت الٰہی کے خیالات سے مزین ہے اور جس کا قلب تقویٰ وصلاح سے معمور ہے۔ گویا وہ فضیلت اور بزرگی کے لئے جو پیمانہ مقرر کرتا ہے۔ وہ جسم کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا روح سے وابستہ ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ تم ظاہری ٹھاٹ اور وجاہت کو نہ دیکھو۔ چہروں کے رنگ وروغن کو ملاحظہ نہ کرو! اور کھال کی سفیدی اور برائی سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ بلکہ یہ دیکھو۔ کہ باطن کیسا ہے ان خوبصورت مجسموں میں جو روح موجود ہے۔ وہ کن محامد سے متصف ہے۔

---

[1]: ابو حیان اندلسی محمد بن یوسف، البحر المحیط، بیروت: دار لکتب العلمیہ، ۱۹۹۳، الجزء الثامن، ص: ۱۱۶

کھال کی عمدگی پر نہ جاؤ۔ اندر کی طرف جھانک کر دیکھو۔ کہ اس گوری اور چٹی کھال کے اندر مکروہ ذہن و روح تو نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ جس کے پاس بے اندازہ دولت ہو۔ وہ اخلاق کے لحاظ سے بالکل قلاش ہو۔ اور بظاہر معزز اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والا خصائل کے اعتبار سے ذلیل اور کمینہ ہو۔ اسلام کے نقط نگاہ سے کوئی دنیوی تفریق انسانوں کو عزت اور ذلت کے دو گروہوں میں تقسیم نہیں کر سکتی اور کوئی مصنوعی امتیاز یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس کی وساطت سے انسانیت کو تولا اور ماپا جائے۔ بجز قلب کی سلامتی اور دماغ کی پاکیزگی کا۔[1]

مگر دور حاضر میں شعوب و قبائل کو اس مقصد وحید کے علاوہ بھی دیگر تین مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ ذیل میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱: چند مخصوص خاندانی بری خصلتوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

یہ پہلو تضحیک کا معنی اپنے ضمن میں لیے ہوتا ہے اس کی مثال کیلئے میں قاری سے معذرت چاہوں گا۔

سنیارا: ناپ تول میں کمی کرنا، نائی: بے صبرا، تیلی: بے وفا، جٹ: یار، کھوکھر: مونچھوں والہ، جولاہا: سادہ سمجھ، لوہار: کاریگر، جوئیہ: کھچرا، مراسی: نمازی، سید: سخی، آرائیں: خالی پیٹ، شیخ: کنجوس، بھٹی: دلیر[2]

ان خاندانوں میں سے جن کی پہچان اچھی نہیں ہے جیسے سنیارا، نائی، تیلی، جولاہا، مراسی وغیرہ انہیں تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور ایسا صرف خاندانوں میں ہی نہیں بلکہ قبائل میں بھی ہوتا ہے جیسے کہ پنجابی اشخاص اکثر پٹھانوں کے بارے میں لطیفے بناتے ہیں اور انہیں بیوقوف سمجھتے ہیں جبکہ پٹھان اکثر سرداروں کے بارے میں یہی انداز اپناتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اگر اسی سوچ کو ہم ذرا وسیع انداز میں دیکھیں تو "مغرب" ایشائی اقوام کو کم فکر اور کج فہم سمجھتا نظر آتا ہے۔ اس لیے ایسے خاندانوں سے منسلک افراد اپنے آپ کو کسی ایسے خاندان کی طرف منسوب کرنا لازمی سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو یا تو تحفظ محسوس ہوتا ہو یا باعزت معاشرتی تشخص برقرار رہے۔

۲: انساب میں میل ملاپ کا سبب

علامہ ابن خلدون انساب کے میل ملاپ کی وجوہات کے متعلق لکھتے ہیں :

---

[1]: حنیف ندوی، مولانا، سراج البیان، لاہور: ملک سراج الدین سنز اینڈ پبلیشرز، جلد :5، ص:1235۔ س۔ن

[2]: HTTPS://WWW.YOUTUBE.COM/WATCH?V=2YWUEUNJ-MI DATED:06-03-2018. 17:12

کبھی کبھار ایساہوتاہے کہ ایک قوم و قبیل کا آدمی دوسرے قبیلہ میں جاملتاہے کبھی اس وجہ سے کہ دوسرے قبیلہ سے قرابت ورشتہ ہو جاتا ہے۔ یادوسرے قبیلہ کا حلیف ومددگار ہونے سے یہ باہمی تعلق مستحکم ہو جاتا ہے۔ یا کسی قبیلہ کے ولا میں آکر اپنے آپ کو اس میں شامل کرلیتا ہے۔ یا کسی جرم کا مرتکب ہو کر اپنی قوم اور قبیلہ سے بھاگتاہے اور جس قبیلہ میں موقع پاتا ہے گھس بیٹھتاہے اور آہستہ آہستہ اس نئے قبیلہ کے نسب کا مدعی ہو کر انہی میں شمار ہونے لگتاہے اور اس قبیلہ سے عصبیت قائم ہو جانے پر خود بھی اس کا دردمند اور خیر خواہ ہوتاہے وہ قبیلہ بھی رفتہ رفتہ اسے اپنے میں شامل کرکے اس کے عادات واطوار سے منفعل ومتاثر ہونے لگتاہے جب یہ فوائد وثمرات مترتب ہوگئے تو پھر اس میں کیاشک رہاکہ وہ اس قبیلہ میں سے ہے کیونکہ کسی قوم میں ایک آدمی کے شمار ہونے کے یہی معنی ہیں کہ وہ اس قوم کے احوال واطوار میں شریک ہے۔ پس غیر قبیلہ کا آدمی جب کسی قبیلہ میں یہ مرتبہ پیدا کرلیتاہے تو وہ بالکل اسی قوم کا آدمی بن کر وقت گزارنے کے ساتھ اپنے پہلے نسب کو بھول جاتاہے اور اس کی اصلیت کو جاننے والے بھی مرکھپ جاتے ہیں۔ اور عام لوگوں کی نگاہ سے راز اصلی چھپ جاتاہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے قوم کی شاخوں میں فتور پڑتا۔ دور جاہلیت اور صدر اسلام میں عرب وعجم قوموں کا ملاپ ہوتارہا۔[1]

دور حاضر میں تبدیلیِ انساب کی درج ذیل وجوہات بھی پائی جاتی ہیں:

- پیسے کی ریل پیل
- تعلیم یافتہ ہونا
- اعلیٰ مقام ومنصب
- اچھے خاندانوں کے ساتھ رشتہ داریاں

بعض لوگ ان وجوہات کی بناپر اپنے قبیلہ یاخاندان سے تعلق ختم کردیتے ہیں یاانتہائی کم کردیتے ہیں۔ اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ یاتواپنے سابقہ خاندان سے منسوب ہونا بھی گوارانہیں کرتے۔ جیسے، مراسی سے ہاشمی یاکچھ تو سیّد ہونے کے دعویدار بن جاتے ہیں تاکہ معاشرہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ پھر ان کے تعلق کی بنیاد نسل نہیں بلکہ کفو ہوتاہے۔ جس سوسائٹی یاماحول میں وہ کام کرتے ہیں اپنے تعلقات بھی پھر اسی سوسائٹی اور ماحول کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اور اس خاندانی رقابت کو بہت پیچھے چھوڑدیتے ہیں۔ انسان کے اپنے انساب بدلنے کے مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں:

- حمایت کی کمی

---

[1]: ابن خلدون، عبدالرحمٰن ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، لاہور، جلد اول، ص: ۲۳۵

- خاندانی پہچان کے معدوم ہونے کا خدشہ
- خاندانی نظام کے ٹوٹنے کا اندیشہ

۳: انسان کی ترجیحات کی بنیاد

انسان ہمیشہ سے اپنے لیے اشیاء کا انتخاب ترجیحات کی بنیاد پر کرتا چلا آیا ہے اور یہ ترجیحات اپنی ضروریات اور مفادات کی بنیاد پر قائم کرتا آیا ہے اور چونکہ شعوب اور قبائل انسان کی ضروریات فراہم کرتے ہیں اور مفادات کا تحفظ کرتے ہیں اس لیے انسان اپنی اسی پہچان کو اپنی ترجیحات قائم کرنے کی بنیاد بناتا ہے جس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمان باری تعالیٰ ہے:

> وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ[1]
>
> اور تمہیں کسی قوم کی (یہ) دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام (یعنی خانہ کعبہ کی حاضری) سے روکا تھا اس بات پر ہر گز نہ ابھارے کہ تم (ان کے ساتھ) زیادتی کرو، اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ (نافرمانی کرنے والوں کو) سخت سزا دینے والا ہے۔

اس آیۃ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے انسان کے اس ترجیحی پہلو کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے حکم دیا کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں گناہ پر نہ ابھارے۔ اسی طرح سورۃ مائدہ میں بھی گواہی کی ادائیگی کے حوالہ سے حکم دیا گیا کہ کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے گواہی اور عدل میں فرق نہیں پڑنا چاہیے یہ سب احکام دلالت کرتے ہیں کہ انسان اپنے اسی قبائلی نظام کی بنیاد پر ترجیحات کا تعین کرتا ہے لیکن اسلام ترجیحات کے اس تعین کو شعوب و قبائل سے موڑ کر عدل واعتدال کے تابع کرنا چاہتا ہے اور نبی مکرم ﷺ کی تعلیمات سے بھی ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ جب شعوب و قبائل اور عدل واعتدال مد مقابل آجائیں تو ترجیحات احکام ربانی کے تابع کر دی جاتی ہیں اسی لیے وہ مشہور روایت کہ "اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کٹوا دیتا"[2] یہی سمجھاتی نظر آتی ہے۔

---

[1]: المائدہ، ۵،۳۲

[2]: النيشابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، الجامع الصحيح مسلم، جلد دوم، حدود کا بیان، حدیث ۱۹۱۷

نتیجہ بحث:

اسلام کے احکام کو سمجھنے کے لیے اسلام کی بنیادی خصوصیت دین فطرت کو مد نظر رکھنا انتہائی اہم ہے۔ اسلام اشیاء پر احکام لگانے کی بجائے اشیاء کی حیثیتوں پر حکم لگاتا ہے اور تمام حیثیتوں کی اہمیت کو برقرار رکھتے ہوئے اشیاء کے ساتھ جوڑ کر منظم ترین انداز میں معتدل ترین شکل میں پیش کر دیتا ہے۔ ایسا ہی کچھ شعوب و قبائل کی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام دیئے گئے ہیں۔ اسلام مرد عورت کو جدا جدا کرتا ہے لیکن مساوات کا قائل ہے۔ اسلام غریب کو مستحق اور صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض کر دیتا ہے لیکن انصاف کا قائل ہے۔ اسلام عالم اور بے علم کو برابر نہیں مانتا لیکن عدل کا قائل ہے۔ یہی صورتحال یہاں پوشیدہ ہے اسلام ذات، قبیلہ اور بستی کو انسان کی معرفت کا سبب قرار دیتا ہے لیکن عزت کا معیار تقویٰ قرار دیتا ہے۔ انسان کی معرفت کے چار بنیادی پہلوؤں میں سے پہلا پہچان کے ساتھ جڑی مثبت اشیاء جو تفاخر کا باعث اور دوسری طرف تضحیک کا پہلو لیے ہوئے ہیں جبکہ تیسرا پہلو معرفت کے ساتھ نسب کی بنیاد پر میل ملاپ ہے اور آخری پہلو اسی معرفت اور میل ملاپ کی بنیاد پر ترجیحات کا تعین ہے۔

اب یہ تینوں پہلو ابتداء سے انتہاء تک اور مختصر ترین سے لے کر وسیع ترین سطح تک یعنی مائیکرو سے میکرو لیول تک منطبق ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں اس میں انسانی فطرت کی یہ خصوصیت کہ جب بھی اپنے بارے میں گفتگو کی تو مثبت پہلو نمایاں کیے اور جب دوسرے کے بارے میں گفتگو کی تو منفی پہلو نمایاں رکھنا، بھی شامل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے کئی شعوب اور قبائل چند خصوصیات کی بنیاد پر معتوب ٹھہرتے ہیں اسی لیے تبدیلی نسب یا ذات ایک عمومی رویہ ہے جو کہ پاکستان میں بہت عام ہے، ذات میں اس تبدیلی کے نتائج اسلام کے نظام اعتدال و حیا، جو کہ خاندانی نظام کی بقا سے وابستہ ہے کے لیے نقصان دہ اور خطرناک ہو سکتے ہیں اور خاندانی نظام کو تباہ بھی کر سکتے ہیں اسی لیے خاندانی نظام کی بقاء اور اعتدال و توازن برقرار رکھنے کے لیے نظام شعوب و قبائل کی حفاظت از حد ضروری ہے۔

مصادر و مراجع

۱. القرآن الکریم

۲. نیشاپوري، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کراچی: قدیمی کتب خانہ جلد دوم، حدود کا بیان، حدیث ۱۷۱۹

۳. ابن خلدون، عبدالرحمٰن ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، لاہور : الفیصل ناشران، ۲۰۰۸ء

۴. الازہری، پیر محمد کرم شاہ ، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء

۵. بغوی، حسین بن محمود، ابو محمد، معالم التنزیل، ریاض: دارالعلمیہ للنشر والتوزیع، ۱۴۱۲ھ

۶. قرطبّی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، بیروت مؤسسہ الرسالہ، ۲۰۰۶ء

۷. جصاص، ابواحمد بن علی رازی، احکام القرآن، مصر، دار احیاء الکتب العربیہ ، ۱۴۱۲ھ

۸. قرطبّی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، بیروت مؤسسہ الرسالہ، ۲۰۰۶ء

۹. حنیف ندوی، مولانا، سراج البیان، لاہور: ملک سراج الدین سنز اینڈ پبلیشرز، س۔ن

۱۰. HTTPS://WWW.YOUTUBE.COM/WATCH?V=2YWUEUNJ-MI,DATED:06-03-
. 17:1212018